خلقتِ جنین اور قرآن مجید

مولانا سراج الحق

دارالعلوم اسلامیہ عربیہ دلبوڑی (ہزارہ)

پیش کردہ پانچویں فقہی کانفرنس پشاور

مقالہ نگار ایک جید عالم دین اور جامعہ المرکز الاسلامی پاکستان کے اب تک منعقدہ اکثر علمی مجالس میں باقاعدہ شریک رہے ہیں۔ قارئین کے استفادہ کیلئے مقالہ شائع کیا جارہا ہے۔ اس موضوع پر قارئین ''المباحث الاسلامیۃ'' اپنی رائے بھی دے سکتے ہیں۔ اس عنوان پر مزید مقالات بھی آنے والے شماروں میں شائع ہوں گے۔ (ادارہ)

ذیلی عنوانات:

1 ...... مقدمہ اور اہمیت

2 ...... خلقت جنین اور قرآن مجید

3 ...... جنین کے مختلف مراحل اور تدریجی ارتقاء

4 ...... مراحل کی وضاحت

5 ...... قبل جینی (Pre - Embronic)

6 ...... جینی (Embronic)

7 ...... فیوٹل (Feotal)

8 ...... بچہ اور بچی کا تعین کیسے ہوسکتا ہے؟

9 ...... کم سے کم مدت حمل

10 ...... اداریہ

مقدمہ اور اهمیت:-

تسخیر کائنات کی دھن انسانی سرشت میں ازل سے سمائی ہوئی ہے جس کی وجہ سے انسان نے ہر دور میں اپنے ماحول پر قابو پانے کی کوشش کی ہے۔ خدا تعالیٰ کی ودیعت کردہ اسی صفت نے انسان کو اس کائنات کی عظیم مخلوق اور خلیفہ ارض کا صحیح مقام دلایا ہے۔ چاہے دنیا کی بلند ترین چوٹیاں ہوں یا زندگی کو منقطع کرنے والے گلیشیر، انسان نے ہمیشہ ان کا مقابلہ کیا ہے اور انہیں مسخر کر کے اپنی عظمت وجلالت کا سکہ بٹھا کر دنیا کو حیران کیا ہے۔ ہمالیہ کی فلک بوس چوٹیاں ہوں یا برفانی خطے، ازل سے یہ انسانی زندگی کیلئے چیلنج کی حیثیت

رکھتے ہیں لیکن انسان نے ہمیشہ انہیں زیر پا رکھ کر اپنے حاوی ہونے نہیں دیا۔ ایک وقت تھا جب انسان ننگا پھرتا تھا اور ستر چھپانے کو چند پتے میسو تھے جو انسان کو حیوانی قدروں سے نکال کر معمولی سے عقلی حیثیت عطا کرتے تھے۔ تو اس وقت دنیا پر جہالت کا اندھیرا غالب تھا مگر اس کے بعد انسانی عقل نے کروٹ بدلی اور یوں ذہن کا زنگ اترنے لگا۔ اب انسان اس قابل ہوا کہ غاروں سے نکل کر گھر تک پہنچ آیا۔ ستر کو کپڑا اور کھانے کو غذا تلاش کرنے لگا تو یوں انسانی معاشرت نے آغاز کیا۔ وہی انسان جو کبھی جنگل کا باسی تھا اب شہر آباد کرنے لگا۔ پتھر ٹکرا کر چنگاری اڑانے کی بجائے ماچس کا ڈبیہ اور چمڑا اوڑھنے کی بجائے کمبل بنانے کا ہنر سیکھ گیا۔ چہروں کی وحشت کم کرنے کی غرض سے داڑھی بنائی اور بال کٹوا کر انسانی صورت دھاری اور یوں کائنات کا خوبصورت شاہکار بنا۔

غرض یہ کہ انسان نے ہر لمحے ترقی اور ایک تسلسل کے ساتھ آگے بڑھتا گیا۔ وہ سمندر جس سے انسان خوف کھاتا تھا اب اسی کا سینہ چیر کر اس کی سیر کرنے لگا، ہواؤں سے گھبرانے والا اب ہواؤں میں تیرتے جہاز اڑا کر دنیا کے فاصلے سمٹانے لگا۔ چاند کی ہیبت نا کی کو یکسر بھول کر انسان نے اس کی پیشانی پر اپنا پاؤں رکھا اور اس کے غرور کو ہمیشہ کے لئے نیچا دکھا دیا۔ گھوڑوں کی ٹاپ، موٹر گاڑیوں کی تیز آواز میں دب کر فنا ہوگئی۔ دیئوں کی ٹمٹماہٹ بجلی کے روشن بلب کے سامنے ماند پڑ گئی۔ ڈھول کے نقارے ٹیلی فون اور انٹرنیٹ نے بے بس کر دیئے ہاتھوں سے بنے کھدر کارخانوں کے تیار کردہ دیدہ زیب لباس کے سامنے اپنا معیار کھو گئے۔ کوئی ایسا شعبہ زندگی نہ رہا جس میں انسان نے ترقی نہ کی ہو۔ آج پوری دنیا انسان کے سامنے ہے سورج گرہن قبل از وقت معلوم ہو جاتا ہے یہی نہیں بلکہ اس کا مقررہ وقت، گھنٹے، منٹ اور سیکنڈ بھی بتا دیئے جاتے ہیں اگر بات موسم کی ہو تو ہواؤں کا رخ اور ان کی رفتار بھی معلوم ہو جاتی ہے طوفانوں کے رخ اور ان کی تباہ کاریوں کا اندازہ قبل از وقت لگایا جاتا ہے۔ ہم بلاشبہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ انسان نے بے پناہ ترقی کی ہے اور یہ سفر پوری آب و تاب کے ساتھ رواں دواں ہے۔ آج سائنس بامِ عروج پر ہے بالخصوص پچھلی ایک دوصدی سے نت نئی ایجادات اور انکشافات نے پوری دنیا کو انگشت بدنداں کر رکھا ہے ان ایجادات نے اقبال جیسے مفکر کے ذہن کو بھی جھنجھوڑا اور ان کو بھی یہ کہنا پڑا۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں

محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی (اقبال)

ہر انسان کے دماغ میں مختلف جہتوں سے مختلف اور عجیب و غریب سوالات اٹھ رہے ہیں ہر ایک سائل اپنے سوال کے جواب کیلئے سرگرداں پھر رہا ہے۔ بالخصوص ہمارے مسلمان بھائیوں کے ذہنوں میں ہر وقت یہ الجھن رہتی ہے کہ آج سائنس یہ کہہ رہی ہے، جدید تجربات سے یہ ثابت ہو رہا ہے اور اسلام یہ کہہ رہا ہے، دونوں میں تضاد ہے ہم کس بات کو تسلیم کریں؟ جب کہ سائنس کی تحقیق تجربے سے ثابت ہو چکی ہے تو ایسے شکوک وشبہات کو ختم کرنے کے لئے بانی فقہی سیمینار جناب مولانا سید نصیب علی شاہ **MNA** نے آج کے اس سیمینار کا انعقاد کیا ہے جن میں سے ہر مقالہ نگار کو مستقل موضوع و دیگر ایک تحقیقی مقالہ پیش کرنے کے لئے فرمایا گیا تھا۔

سب سے پہلے میں اس بات کی وضاحت ضروری سمجھوں گا کہ اسلام کا مقصد سائنسی تصورات ہے اوران سے جوشکوک وشبہات جنم لے رہے ہیں ان کے جوابات دینانہیں ہے اسلام ہمیں اللہ تعالیٰ کی بندگی کا درس دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ تعالیٰ کے عدل وانصاف کا قانون نافذ ہونے کا مطالبہ کرتا ہے ہرایک انسان کواس کا حق پورا پورا حاصل ہولیکن انجماد کا بھی اسلام قائل نہیں ہے اور ایک مکمل ضابطہ حیات ہونے کے ناطے ہمیں زندگی کے ہرموڑ میں رہنمائی ضرور فراہم کرتا ہے۔اب اگر سائنسدان تحقیق سے کسی چیز کاانکشاف کرے تو ضروری نہیں کہ شریعت اس کی حوصلہ افزائی کرے اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ اس کی نفی کرے بشرط یہ کہ کسی صریح نص کے خلاف نہ ہواگر کوئی سائنسی تحقیق اور قرآن تعلیمات کہیں جاکرمل جائیں تو یہ قرآن پاک کا احسان ہوگا سائنس پر نہ کہ یہ سائنس کا احسان ہوگا قرآن پر۔

اسلام ایک وسیع مذہب ہے کسی قسم کی علمی ترقی ہواس کی حوصلہ افزائی جس طرح اسلام نے کی ہے شاید کہ دنیا کے کسی مذہب نے کی ہو۔اسی سلسلہ میں مجھے آج ''خلقتِ جنین کے بارے میں جدید سائنسی تحقیق اور قرآنی نقطہ نگاہ'' کے موضوع پر مقالہ پیش کرنے کے لئے کہا گیا ہے اس کی تلخیص آپ کے سامنے مختصر پیش کرتا ہوں۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں (میرؔ)

خلقت جنین اورقرآن مجید:-

انسانی مادہ کے پیٹ میں دو بیضہ دانیاں موجود ہوتی ہیں اوران بیضہ دانیوں سے وقتاً فوقتاً بیضے بنتے اور خارج ہوتے ہیں ایک بیضے کا سفر بننے کے فوراً بعد شروع ہوجاتا ہے جوکہ رحم مادر کی دیواروں تک پہنچ کر اختتام پذیر ہوتا ہے بیضہ دانیاں رحم کے دونوں اطراف میں پائی جاتی ہیں ان کے ساتھ ایک خاص قسم کی نالیاں منسلک ہوتی ہیں۔ان نالیوں کو فلاپین نالیاں کہتے ہیں فلیوپی نالی دو بازوؤں کی شکل میں رحم مادر کے کنارے پر موجود ہوتی ہے اور بیضہ فیلوپی نالیوں کے اندر ایک باریک سے بال کی مدد سے حرکت شروع کردیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے یہ بیضہ نمک کے ذرے کے نصف برابر ہوتا ہے۔بیضہ اپنا سفر انہی نالیوں میں طے کرتا ہوارحم تک پہنچتا ہے کیونکہ یہ نالیاں رحم مادر میں جاکر کھل جاتی ہیں۔بیضہ اپنے سفر کے دوران جوکہ بیضہ دانی سے لے کر رحم مادر تک ہوتا ہے بارآور بھی ہوجاتا ہے یعنی منی فلاپین ٹیوب کے اندر ہی پہنچ کر بیضہ کے ساتھ مل جاتی ہے اور یوں بیضہ ایک بارآور خلیہ بن جاتا ہے اسی کو سائنسی اصطلاح میں زائی گوٹ (Zygot) کہتے ہیں۔زائی گوٹ رحم مادر کی دیواروں کے ساتھ چمٹ جاتا ہے اور یہاں یک خلوی زائی گوٹ تقسیم درتقسیم کے عمل سے گزرتا ہے اور آٹھ خلیوں پر مشتمل ایک گیند کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔

اسی مرحلے کا حوالہ (یعنی زائی گوٹ کا رحم مادر کے ساتھ چمٹ جانا) قرآن مجید نے ہمیشہ لفظ علق کے ساتھ دیا ہے اِقرأ باسم

ربک الذی خلق خلق الانسان من علق (العلق آیت ۲،۱) ترجمہ: جس نے انسان کی تخلیق خون کے ایک جمے ہوئے لوتھڑے سے کی‘‘اسی طرح فرمایا ثم کان علقة فخلق فسوی کیا وہ ایک حقیر پانی کا نطفہ نہ تھا جو (رحم مادر) میں ٹپکایا جاتا ہے پھر وہ ایک لوتھڑا بنا قابل غور بات یہ ہے کہ عربی لغت میں لفظ علق جو خون کے لوتھڑے کے معنی میں ہے کا معنی یہ ہے کہ کوئی ایسی چیز جو کسی جگہ سے چمٹ جائے۔ اصطلاحاً یہ لفظ وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں خون چوسنے کیلئے جسم کے ساتھ جونکیں چمٹ جائیں، تو رحم مادر کے ساتھ زائی گوٹ کے چمٹنے اوراس کی پرورش پانے کیلئے اس سے بہتر کوئی لفظ استعمال نہیں ہوسکتا۔

بہر حال اس آٹھ خلیوں پر مشتمل گیند میں وقت کے ساتھ ساتھ تبدیلیاں آتی رہتی ہیں اوراس سے ایک مکمل انسانی بچے کی صورت جنم لیتی ہے تاہم اس عمل کے لئے ایک لمبا عرصہ درکار ہوتا ہے تو سائنسی اعتبار سے ترقی وتعمیر کا یہ عمل تین مرحلوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

جنین کے مختلف مراحل اورتدریجی ارتقاء:-

سائنس نے یہ بات تسلیم کی ہے کہ بچے کی نشو ونما کے تین مراحل (Stages) ہوتے ہیں۔

(۱) قبل جنینی (Pre - Enbronic)

(۲) جنینی (Embronic)

(۳) فیوٹل (Feotal)

تینوں مراحل کی مختصر وضاحت:۔

(۱) قبل جنینی (Pre - Embronic)

اس ابتدائی مرحلے میں خلوی تقسیم کے ذریعے زائی گوٹ کی افزائش ہوتی ہے اور یہ خلیے ایک گچھے کی شکل میں تبدیل ہوکر رحم مادر کی دیواروں کے ساتھ چمٹ جاتے ہیں۔

(۲) جنینی (Embronic)

اس مرحلے کا عرصہ تقریباً ساڑھے پانچ ہفتے کا ہوتا ہے اس دوران رحم مادر میں موجود ناپختہ بچہ جنین (ایمبریو) کہلاتا ہے اس موقع پر اہم جسمانی اعضاء ظاہر ہونا شروع ہوجاتے ہیں۔

(۳) فیوٹل (Feotal)

اس مرحلے میں ابتدائی سٹیج سے لے کر زچگی تک جنین کیلئے فیوٹل کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جن کو ہم آسان الفاظ میں پختہ جنین بھی کہہ سکتے ہیں اس مرحلے کی ابتداء استقرار حمل کے آٹھویں ہفتے سے شروع ہوتے ہے اور زچگی کے آخری لمحے تک جاری رہتی ہے۔ اس مرحلے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں فیوٹس (Feotus) انسانی شکل کا ہوتا ہے۔ اس کا چہرہ، ہاتھ اور دیگر تمام اعضاء بالکل نمایاں ہوچکے ہوتے ہیں۔ اور کارخانہ قدرت کا یہ عظیم شاہکار صرف تین سینٹی میٹر (3.cm) میں اپنے تمام اعضاء نمایاں کرتا ہے۔

یہ جو تفصیل سائنس نے آج پیش کی ہے یہی بات قرآن پاک نے بھی پیش کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق کہ بچہ رحم مادر میں تین مراحل سے گزرتا ہے، چنانچہ سورۃ الزمر میں ارشاد ہے یخلقکم فی بطون امھتکم خلقاً من بعد خلق فی ظلمٰت ثلٰث ترجمہ: وہ تم کو ماؤں کے پیٹ میں ایک کیفیت کے بعد دوسری کیفیت پر بناتا ہے تین تاریکیوں میں ۔تو تین تاریکیوں سے بعض محققین نے تین مراحل مراد لئے ہیں کہ انسان رحم مادر میں تین مختلف مراحل سے گزر کر وجود میں آتا ہے اور آج کی سائنس نے اسی بات کی وضاحت کی ہے۔

بچہ اوربچی کاتعین کیسے ہوسکتاہے؟

وانہ خلق الزوجین الذکر والانثیٰ ۔من نطفة اذا تمنیٰ اول سائنس نے یہ دعویٰ کیا کہ بچے کے کردار میں ماں اور باپ کے دونوں کے خلیوں کا دخل ہوتا ہے بچہ چاہے لڑکا ہو یا لڑکی ہو۔یہ نظریہ قرآن پاک کی مذکورہ آیت کے خلاف جارہا تھا اس لئے کہ یہ آیت بتارہی ہے کہ تذکیر و تانیث میں مرد کا کردار ہوتا ہے کیونکہ فرمایا گیا اسی نے نر اور مادہ پیدا کیا نطفے سے جب وہ ٹپکائی جاتی ہے۔یعنی مذکر اور مؤنث کے تعین میں مرد کے مادہ منویہ کا کردار ہوتا ہے۔بیسویں صدی میں سائنس اصل حقیقت سے آگاہ ہوئی اور اس نتیجے پر پہنچ گئی کہ تذکیر و تانیث میں مرد کے نطفے کا کردار ہوتا ہے۔جنس کے تعین میں کروموسومز بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں تقریباً ۶۴ لونئیوں (کروموسومز) میں سے صرف ۲ جنسی لونئے ہوتے ہیں۔لونئے مرد کے بھی ہوتے ہیں اور عورت کے بھی ہوتے ہیں مرد کے لونئیوں کو x.y کہتے ہیں اور عورت کے لونئیوں کو x.x کہا جاتا ہے۔y لونئیوں میں مذکر کے جینز ہوتے ہیں اور x لونئیوں میں مونث کے جینز ہوتے ہیں۔بچے کی تخلیق مرد اور عورت کے ان لونئیوں کے مذکر اور مونث جینز کے انضمام سے ہوتی ہے۔

مرد کا جنسی حلیہ دو مختلف قسم کے تخموں کو پیدا کرتا ہے پھر ان میں سے ایک کے اندر x لونئے اور دوسرے میں y لونئے ہوتے ہیں اب اگر عورت کا x لونیہ مرد کے x لونیہ سے ملے تو پیدا ہونے والا بچہ لڑکی ہوگی اور اگر عورت کا x لونیہ مرد کے y لونئے سے جا کر ملتے تو اس سے پیدا ہونے والا بچہ لڑکا ہوگا۔

۲۰ ویں صدی تک تقریباً یہی عقیدہ پایا جاتا تھا کہ بچے کے نر اور مادی پیدا ہونے میں صرف عورت کا کردار ہوتا ہے اگر عورت کے ہاں لڑکی پیدا ہوتی تو ان کو مطعون کیا جاتا تھا۔کبھی تو طلاق تک نوبت پہنچ جاتی یا اس کے اوپر سوکن لاتے۔اب سائنس نے انسانی جینز کی دریافت سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ بچے میں اصل کردار مرد کا ہوتا ہے اور اس حقیقت کو قرآن کریم نے آج سے چودہ سو سال قبل وانہ خلق الزوجین الذکر والانثیٰ ،من نطفة اذا تمنیٰ کہہ کر واضح کیا تھا کیونکہ تمنیٰ کا معنی ٹپکانے کا آتا ہے اور ٹپکنا مرد کی منی کی صفت ہے نہ کہ عورت کی منی کی۔

کم سے کم مدت حمل:-

دورِ جدید میں سائنس نے یہ بات ثابت کردی ہے کہ بچہ ماں کے پیٹ میں چھ ماہ مدت گزارنے کے بعد بالکل سالم پیدا ہوسکتا ہے

اوراس کے بعد بقید حیات رہ سکتا ہے جو بات آج سائنس نے ثابت کی ہے یہی بات آج سے چودہ سو (۱۴۰۰) سال قبل قرآن کریم نے بالکل صراحت کے ساتھ بیان کی ہے۔ چانچہ تفسیر ابن کثیر میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص یہ شکایت لے کر جناب سیدنا حضرت عثمانؓ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا کہ میری شادی کے چھ مہینے ہوئے ہیں اور بیوی سے میرا ایک بچہ پیدا ہوا ہے بیوی کا اصرار یہ تھا کہ بچہ خاوند سے ہے، حرام نہیں ہے جب کہ شوہر اس بات پر مصر تھے کہ بچہ اس کا نہیں ہے اور حضرت عثمانؓ بھی اسی کے قائل تھے۔ اب عورت پر سزا جاری ہونے کو تھی کہ حضرت علیؓ کو واقعہ کی اطلاح ملی وہ حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور از روئے قرآن پاک یہ فیصلہ کیا کہ بچہ شوہر ہی کا ہے اور عورت کو سزا سے بری کرنا چاہئے اور قرآن پاک کی آیت پیش کی حملہ و فصالہ ثلثون شھرا یعنی بچے کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھوڑنا ڈھائی برس میں ہوتا ہے۔ اور کہا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے حولین کاملین مائیں اپنے بچوں کو پورے دوسال دودھ پلائیں۔ (تفسیر القرآن العظیم ج ۴، پارہ ۲۶ م، ص ۱۶۹ ادا المعرفۃ بیروت لبنان)

پہلی آیت سے معلوم ہوا کہ حمل کی مدت اور دودھ پلانے کی مدت کا مجموعہ ڈھائی برس کا ہے۔ دوسری آیت سے معلوم ہوا کہ دودھ پلانے کی مکمل مدت دو برس ہے۔ یوں حمل کی مدت چھ ماہ رہ گئی کیونکہ ڈھائی برس سے دو سال منفی کریں تو چھ ماہ رہ جاتے ہیں اور یہی بات آج سائنس نے بھی تسلیم کی ہے۔ کہ بچہ رحم مادر سے چھ مہینے کے بعد صحیح سالم پیدا ہو سکتا ہے۔

سہ ماہی ''المباحث الاسلامیہ''

کے نگارش نگاروں کے خدمت میں چند گزارشات

سہ ماہی المباحث الاسلامیہ چونکہ خالص علمی، تحقیقی مجلہ ہے، محققین اور مضمون نگار حضرات سے درخواست ہے کہ وہ اپنی تحریری کاوش ارسال کرتے وقت درج ذیل امور کو ملحوظ رکھیں۔

- ☆ مضمون صاف اور کاغذ کے ایک طرف ہو۔
- ☆ مضمون کسی دوسرے رسالہ واخبار وغیرہ میں شائع نہ ہو۔ البتہ مزید اضافہ وترمیم ہو تو اس کا حوالہ دے کر بھیج سکتا ہے۔
- ☆ سہ ماہی المباحث الاسلامیہ کا مضمون مسلک اہل سنت والجماعت کی موافق ہو۔
- ☆ علمی اور تحقیقی مضمون لکھتے وقت اس امر کا اہتمام ضروری ہے کہ قاری کو تحریری کاوش کے ماٰخذ اور مصادر سے آگاہ کیا جائے، اس مقصد کیلئے ضروری ہے کہ مضمون کے آخر میں ترتیب کے ساتھ حوالہ جات کا مکمل ذکر کیا جائے۔ اور اگر مناسب ہو تو مزید توضیحی نقاط کا اندراج بھی کیا جائے۔

درج بالا امور کو ملحوظ رکھتے ہوئے اگر آپ ''المباحث الاسلامیہ'' کے مستقل مضمون نگار یا مقالہ نگار بن سکتے ہیں تو المباحث کے صفحات آپ کیلئے حاضر خدمت ہیں۔

نوٹ:- سہ ماہی مجلہ ''المباحث الاسلامیہ کے معیار کے مطابق زیادہ ترجیح اس مضمون کو ہوگی جو جدید سائنس سے پیدا شدہ مسائل کے حل کے متعلق ہو، کیونکہ المباحث کا اجراء اسی ہی بنیاد پر کیا گیا ہے (ادارہ)